زمین زمان کے نشان بعون خالق کون و مکان

حصۂ اوّل

کتاب مستطاب

مسمّٰی بہ

عسلِ مصفّٰی

جس میں حضرت مسیح ناصری کی وفات اور حضرت مسیح موعود کے دعاوی کا
اثبات بدلائلِ عقلیہ و نقلیہ بوضاحتِ تام کیا گیا ہے

ازتالیفِ

زبدۃ الحکماء ہومیو و منشی فاضل ابو العطاء مرزا خدا بخش صاحب قادیانی
بدرانِ امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین سیدنا و مولٰنا علامہ نور الدین

بماہ ۱۵ اگست ۱۹۱۳ء مطابق غرہ رمضان المبارک
سنہ ۱۳۳۱ھ

در مطبع وزیر ہند امرتسر طبع گردید

سے برابر مرتے چلے آئے ہیں۔ وہ کیونکر ایمان لائینگے۔ کیونکہ آیت میں کوئی تخصیص نہیں کہ فلاں زمانہ کے لوگ ایمان دار ہونگے۔ اس آیت میں گذشتہ اور حال اور آئندہ زمانہ کے اہل کتاب شامل ہیں۔ پھر وہ کونسی وجہ قوی ہے۔ جس سے سمجھا جائے کہ صرف ایک ہی زمانہ کے لوگ ایمان لائینگے۔ جہاں تک .. جاتا ہے ان علماء نے بلا تحقیق اس آیت میں قدم رکھا ہے اور جیسے اندھا کسی چیز کو تلاش کرتا ہے۔ تو وہ جا بجا ٹٹولتا پھرتا ہے ایسا ہی انکا حال ہو +

لام تاکید اور نون ثقیلہ کی بحث متعلق آیۃ لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ

آیت متذکرہ بالا میں بعض علماء نے صرف آئندہ کے زمانہ تک اس کے معنے محدود کئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ علم نحو وغیرہ میں آیا ہے کہ جہاں نون ثقیلہ آئے وہاں قطعی طور سے ہمیشہ فعل مستقبل کے معنے آتے ہیں چونکہ لَيُؤْمِنَنَّ میں لام تاکید و نون ثقیلہ آئے ہیں۔ اس لئے اس کے یہی معنے ہوئے کہ آخری زمانہ میں لوگ ضرور مسیح پر ایمان لائینگے لیکن جب قرآن شریف پر غور کرتے ہیں تو اُن کے بیان کی تصدیق نہیں ہوتی بلکہ برخلاف اس کے تینوں زمانے یعنے ماضی اور حال اور مستقبل کے لئے بھی وہ آتے ہیں چنانچہ ہم بطور نمونہ چند آیات پیش کرتے ہیں۔ جن سے ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ وہ آیات بیان کی جائیں ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ علم نحو وغیرہ کے رو سے اس پر کچھ بحث کی جائے۔ سو واضح ہو کہ نحویوں وغیرہ نے یہ قرار دیا ہے کہ جس صیغہ کے ساتھ لام تاکید آئے۔ وہاں فعل مضارع حال کے معنے دیتا ہے۔ اور نون ثقیلہ صرف استقبال کے لئے آتا ہے۔ لیکن جہاں لام تاکید اور نون ثقیلہ دونوں آئیں تو وہاں یہ لازمی نہیں کہ فعل مستقبل کے معنے دے۔ چنانچہ حضرت مولینا مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی الحق جلد ۱ نمبر ۰ کے صفحہ ۲۳۳ میں فرماتے ہیں کہ قسم کے جواب کے واسطے صرف استقبال کا ہونا کچھ واجب اور لازم نہیں ہے بلکہ جواب قسم کبھی ماضی ہوتا کبھی حال کبھی استقبال کبھی استمرار اور دوام تجددی۔ اور اگر قسم کا جواب صیغہ مستقبل موکد بلام تاکید و نون تاکید ہو تو علم نحو وغیرہ میں دوام تجددی یا حال یا استقبال دونوں ہوتے ہیں کوئی امتناع نہیں ہے۔ بلکہ بعض جگہ اشتراکی طور سے ماضی کے معنے بھی ایک سلسلہ متصلہ ممتدہ

کی طرح مراد لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں نمبروار چند آیات بطور نظیر پیش کرتے ہیں +

الف - اول مثال بمعنی حال۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ پارہ ۲ رکوع ا جس کا ترجمہ یہ ہے۔ ہم تیرا منہہ اُس قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں۔ جو تیرا پسندیدہ ہے۔ لہذا مسجد حرام کی طرف رُخ کرے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بمجرد نازل ہونے آیت ہذا کے عین نماز میں منہہ پھیر لیا گیا۔ اور کوئی توقف درمیان میں نہیں ہونے پایا +

مثال دوم۔ وَانْظُرْ اِلٰى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ پارہ ۱۶۔ رکوع ۱۴۔ یعنے اپنے معبود کی طرف دیکھ جسپر تو مُعتکف تھا کہ اب اس کو جلاتے ہیں۔ اس جگہ بھی استقبال مراد نہیں کیونکہ استقبال اور حال میں کسی قدر زمانہ کا بعد ہونا ضروری ہے مثلاً اگر ایک آدمی کسی کو کہے کہ لے میں تجھے دس روپیہ دیتا ہوں۔ اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ اس کا وعدہ زمانہ مستقبل کے لئے ہے بلکہ حال ہی کے زمانہ میں وعدہ اور ایفائے عہد ہوا

ب - مثال اول ماضی حال و استقبال۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کیا کرتے ہیں۔ ہم اُن کو اپنی راہ دکھلا دیتے ہیں۔ دیکھو پارہ ۲۱ رکوع ۲ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر اس جگہ مجرد استقبال مراد لیا جاوے تو اس سے معنے فاسد ہو جاتے ہیں۔ اور یہ کہنا پڑیگا کہ یہ وعدہ صرف آئندہ کے لئے ہے۔ اور زمانہ گذشتہ اور زمانہ حال میں جو مجاہدہ کرتے رہے ہیں۔ وہ خدا تعالٰی کی راہوں سے بے نصیب ہیں۔ لہذا ضرور ماننا پڑیگا کہ اس میں تینوں زمانوں کا ذکر ہے +

مثال دوم۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ یعنے خدا تعالٰی مقرر کر چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ہمیشہ غالب ہوتے رہا کرینگے۔ یہ آیت بھی آیت ماسبق کی طرح ازمنہ ثلاثہ پر مشتمل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول ہمیشہ غالب ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہینگے + سورۃ المجادلہ ع ۳

مثال سوم۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ یعنے جو شخص عمل صالح بجا لایا کرتا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو مگر مومن ہو تم اُس کو پاک زندگی کے ساتھ زندہ رکھا کرتے ہیں اور اُس کے عمل سے بہتر جزا دیا کرتے ہیں۔ دیکھو قرآن شریف پارہ ۱۴ سورۃ النحل رکوع ۱۳۔ اس آیت میں بھی تینوں زمانہ پائے جاتے ہیں۔ ورنہ لازم آئیگا کہ زمانہ گذشتہ اور زمانہ حال میں جو عمل

صالح بجالاتے تھے۔ اُن کو اللہ تعالیٰ اجر سے ہمیشہ محروم کرتا رہا۔ اور صرف زمانہ آئندہ میں جو لوگ عمل کرینگے۔ اُن کو اجر ملا کریگا +

مثال چہارم۔ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ یعنے وہ جو خدا تعالیٰ کی مدد کیا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ مدد کیا کرتا ہے۔ قرآن شریف پارہ ۱۷ رکوع ۱۳۔ اس میں بھی آیات ماسبق کی طرح لام تاکید اور نون تاکید آئے ہیں۔ کیا اس میں بھی زمانہ آئندہ ہی کے معنے لئے جائینگے۔ اور زمانہ گذشتہ اور زمانہ حال کو شامل نہیں کرینگے۔ کیا کوئی مسلمان مان سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والے صرف زمانہ مستقبل میں پیدا ہونگے۔ زمانہ ماضی اور حال میں کوئی ناصر لدین اللہ نہیں ہے۔ ایسی حالت میں تو تمام انبیاء اور بالخصوص حضرت خاتم النبیین (صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ اجمعین) کی تمام دینی کوشش اکارت سمجھی جائے گی۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ لہذا لازمی طور سے ماننا پڑتا ہے کہ اس آیت میں بھی تینوں زمانہ مشتمل ہیں +

پانچویں مثال۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ یعنے جو لوگ ایمان لاتے اور عمل صالح کرتے ہیں۔ ہم اُن کو صالحین میں داخل کرلیا کرتے ہیں۔ دیکھو قرآن شریف پارہ ۲۰ رکوع ۱۳۔ اس آیت میں بھی تینوں زمانے ہیں۔ ورنہ بڑے بڑے مفاسد لازم آئینگے +

ج۔ امثلہ فعل حال واستقبال +

(۱) وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ یعنے ہم تم کو کچھ تو خوف سے اور کچھ بھوک سے اور کچھ مالوں اور ثمرات میں نقصان وارد کرنے سے آزماتے ہیں یا آزماوینگے۔ اِس میں دونوں زمانہ پائے جاتے ہیں۔ بلکہ تینوں زمانہ بھی آسکتے ہیں۔ کیونکہ ہر زمانہ کے مومنوں کی اس قسم کے واقعات سے آزمایش ہوتی رہی ہے +

مثال دوم۔ لَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَىٰ حَيَاةٍ ۔ یعنے تو اُن کو اس امر پر نہایت ہی حریص پاتا ہے کہ لمبی زندگی ہو۔ اس میں بھی دونوں زمانہ حال واستقبال شامل ہیں۔ کیونکہ یہ لازم نہیں آتا کہ اب تو تو اِن کو حیاتی کے لئے احرص پائے۔ اور آئندہ نہیں پائیگا +

ہم اسی قدر امثلہ پر اکتفا کرکے عرض کرتے ہیں۔ کہ آیات بالا سے بخوبی ہویدا ہے کہ یہ امر لازمی نہیں ہے کہ جہاں لام تاکید اور نون ثقیلہ آئے۔ بجز استقبال اور کوئی معنے متصور نہیں

ہونگے۔ کیونکہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے کہ لام تاکید اور نون ثقیلہ تینوں زمانوں کے لئے بھی آتے ہیں۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ کوئی شخص اس آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ پر اس وجہ سے زور دے کہ اس میں لام تاکید اور نون ثقیلہ آئے ہیں۔ اس واسطے اس کا وقوعہ زمانہ آئندہ کے لئے ہے۔ اور اسی بنا پر کہیں کہ ضرور حضرت عیسٰے علیہ السلام پر آئندہ زمانہ میں لوگ ایمان لائینگے۔ کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ صرف استقبال کے لئے نہیں۔ بلکہ زمانہ ماضی وحال کے لئے بھی لام تاکید اور نون ثقیلہ آتے ہیں۔ لہذا ایسی بات پر جو محتمل بر چند زمانہ ہو یک طرفہ رائے قایم کر لینا تحکم اور خلافِ دانشمندی ہے +

اور بالفرض اگر ہم اس آیت میں یہ بھی مان لیں کہ ضرور یہاں پر فعلِ مستقبل کے معنے لگتے ہیں تو بھی کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ اس آیت کے معنے اس صورت میں بھی بجز اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ ہر اہلِ کتاب مسیح پر اپنی موت سے پہلے ایمان لائیگا۔ اور ضمیر ثانی اسواسطے اہلِ کتاب کی طرف راجع ہے کہ اس آیت میں قرآن شریف کی ایک دوسری قرأت آئی ہے۔ یعنے قَبْلَ مَوْتِهِمْ اور ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ بہت سی تفاسیر میں یہ عبارت آئی ہے مَا مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اَحَدٌ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِاَنَّ عِيْسٰى عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ وَيُؤَيِّدُ ذٰلِكَ اِنْ قُرِئَ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهِمْ۔ یعنے یہود اور نصاریٰ میں سے ایسا کوئی نہیں جو اپنی موت سے پہلے عیسیٰ پر ایمان لائے اور قَبْلَ مَوْتِهِمْ کی قرأت انہیں معنوں کی موید ہے۔ الغرض بیانِ مذکورہ بالا کی تائید میں حضرت ابنِ عباس اور حضرت عکرمہ اور علی بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم متفق ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ بالا میں ضمیر اول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسٰے علیہ السلام کی طرف ہے۔ اور ضمیر ثانی اہلِ کتاب کی طرف۔ اور قرآن شریف کی قرأت قَبْلَ مَوْتِهِمْ بھی اسی کی مصدق ہے۔ اور بہت سے مفسرین ومحدثین نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ تو پھر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ ضمیر ثانی مسیح ہی پر تھوپی جائے۔ انصاف کو کام میں لانا چاہیے +

اگر بفرضِ محال ان امورِ متذکرہ بالا کو نظر انداز کر کے وہی معانی لے لئے جائیں جو بعض علماء کرنا چاہتے ہیں تو بھی مسیح کی حیات تو کسی صورت میں ثابت نہیں ہوتی۔ جیسے کہ ہم اوپر ظاہر کر آئے

ہیں۔ بلکہ بوجوہات چند در چند ثابت کر چکے ہیں۔ کہ وہ سب تاویلیں اُن علمار کی فاسد اور دوراز قیاس ہیں +

اصلی اور حقیقی معنے آیۃ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کیا ہیں

اب یہاں پر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ جب تفاسیر کی متعدد توجیہات کو مردود ٹھہرایا جاتا ہے۔ تو پھر اس کے اصلی اور حقیقی معنے کیا ہو سکتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ اس کے اصلی معنے تب کھل سکتے ہیں جب آیت متذکرہ بالا کے ساتھ اس کے ماقبل کی آیات کو ملا لیا جائے تاکہ سیاقِ کلام سے مفہوم کلی بوضاحت تام منکشف ہو جائے۔ لہٰذا ہم اول اُن آیات کو جہاں سے اس آیت کا تعلق ثابت ہوتا ہے لکھتے ہیں۔ وہو ہٰذا +

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًۢا ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝ قرآن شریف پارہ ۶۔ سورۃ النسار رکوع ۲۲ +

اس آیت کے تین معنے ہمارے نزدیک ہو سکتے ہیں۔ اور ان تینوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات طبعی ثابت ہوتی ہے۔ نہ کوئی موت۔ اول معنے آیت مذکورہ بالا اور یہود کی اس بات کو دیکھو کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسے مسیح کو قتل کر ڈالا جو اللہ کا رسول کہلاتا تھا حالانکہ نہ اُنہوں نے اُسکو قتل کیا اور نہ صلیبی موت سے مارا لیکن یہ بات اُن کے دل میں شبہ کے طور پر ہی یقینی نہیں اور جو لوگ اس بات میں اختلاف کرتے ہیں یعنے کہتے ہیں کہ شاید ہی مصلوب ہو گیا ہو وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اُن کے پاس کوئی یقینی بات نہیں صرف ظن کی پیروی کر رہے ہیں۔ اور وہ خوب یقین رکھتے ہیں کہ مسیح قتل نہیں ہوا بلکہ اپنی موت سے مرا۔ اور اللہ تعالیٰ نے راستباز بندوں کی طرح اُس کو اُٹھا لیا۔ کیونکہ